ایک بقیۃ السلف عالم دین

علامہ مولانا

مارتونگ صاحب مدظلہ

کی

کہانی انکی اپنی زبانی

راوی: ـــ صاحب سوانح مد ظلہ۔

روایت: ـــ مولانا فضل مولیٰ صاحب مدرس دارالعلوم حقانیہ

ترجمہ: ـــ ادارۃ الحق۔

برصغیر کے شمال مغربی سرحدی علاقے اور کوہستانی سلسلے ہر دور میں علم و فضل کے لحاظ سے بڑے مردم خیز واقع ہوئے ہیں۔ یہاں بے شمار ایسے اکابر علم و حکمت اور اعیان رشد و ہدایت بزرگ گذرے جن کا علم و تقویٰ اور جامع کمالات شخصیت پورے عالم اسلام کے لئے موجب فخر اور لائق تحسین بن سکتی تھی۔ مگر ایک تو دور دراز سنگلاخ اور دشوار گذار علاقوں میں رہائش پھر بعض وجوہات سے عموماً تحریر و تصنیف کا موقع نہ ملنے اور پھر ان بزرگوں کی طبعی عزلت نشینی اور شہرت و نمود سے گریز نے ان کے فضائل اور کمالات کے غلغلہ کو بھی محدود رکھا نہ ان کی سوانح حیات مرتب ہوئی، نہ علوم و فیوض مدون ہو سکے۔ نہ انکے علمی و فکری ورثہ سے تمام عالم اسلام اور برصغیر کو کما حقہٗ آگاہی ہو سکی۔ پھر یہ علاقے نہ تو دینی اداروں، دارالعلوموں، درسگاہوں سے شناسا ہوئے نہ ادھر انجمنوں، تحریکوں اور جماعتوں کا رواج ہوا۔ نتیجۃً ایسے لائق افتخار اکابر و اعاظم رجال شخصیتیں پشتون علاقوں، پہاڑوں اور بستیوں کے گوشۂ خمولت کی نذر ہو گئیں۔ گو اللہ کی بارگاہ میں ان کے مقامات عالیہ اور مدارج میں اس سے کمی نہیں ہو سکی، ایسے ہی بقیۃ السلف اور علمی لحاظ سے جامع شخصیتوں میں حضرت العلامہ مولانا خان بہادر صاحب مدظلہ عرف مولانا مارتونگ صاحب سابق مدرس دارالعلوم سیدو شریف سوات بھی ہیں۔ جو بحمد اللہ بقید حیات ہیں۔ زندگی بھر علوم و فنون کا درس و تدریس ان کا شیوہ رہا۔ پشتون علاقوں میں معقولات اور علوم عقلیہ میں تو انہیں امامت

کارِ حاصل ہا اسوقت اپنے دور دراز پہاڑی وطن میں مقیم ہیں۔ الحق ایسے اکابر کی سوانح اور احوال کو محفوظ کرنا چاہتا ہے۔ اس وقت خوش قسمتی سے مولانا موصوف کے ایک جیّد اور قابل و فاضل تلمیذ مولانا فضل مولیٰ صاحب چکیسری دار العلوم حقانیہ میں فرائض تدریس انجام دے رہے ہیں جو ۶ سال تک مسلسل مولانا سے شرف تلمّذ پا چکے ہیں پچھلے دنوں تعطیلات کے دوران انہوں نے اس غرض سے مولانا مدظلہٗ کے پاس جانے کا سفر کیا، اور کئی دن ان کے پاس ٹھہر کر ان کی سوانح پشتو زبان میں ان کی زبانی قلمبند فرمائی۔ اور ہم آج اسے پشتو سے اردو میں منتقل کرتے ہوئے قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ (س)

★

تاریخ ولادت | ۱۳۱۶ھ تخمیناً۔

نسب | والد کی جانب سے صدیقی اور والدہ کی جانب سے پٹھان قوم نصرت خیل پھر نصرت خیل میں خاص طور پر بیخان خیل حیدر خیل ہے۔

سکونت | مقام سکونت ڈیری مضافات دیدل کماچ علاقہ جیرزئی، ضلع سوات۔

ابتدائی تعلیم | میری عمر تین برس تھی کہ میرے قبلہ گاہ والد صاحب ہندوستان چلے گئے اور وہیں لاپتہ ہو گئے، بلکہ آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ میری والدہ صاحبہ نے میری تربیت شروع کی جبکہ وہ اپنے بھائی (میرے ماموں) کے گھر پر مقیم تھیں۔ میری عمر سات برس کی ہوگئی۔ اور آٹھویں سال میں داخل ہوا تو میری والدہ محترمہ کا انتقال ہوگیا۔ میرے چچا جو مولانا شیر بہادر صاحب موضع چکیسر میں حضرت العلامہ مولانا امان اللہ خان صاحب مصنف امانیہ سے معقولات کی کتابیں پڑھتے تھے۔ میری والدہ کی وفات سے باخبر ہوئے تو فی الحال ہمارے گھر تشریف لائے اور مجھے مختلف وجوہات کی بناء پر اپنے ساتھ لے گئے۔

تقریباً ۶ ماہ کے عرصہ میں میں نے ناظرہ قرآن شریف موضع بلیانی مضافات اکازی علاقہ غیر میں ختم کیا۔ اس کے بعد چچا صاحب کی ہدایت پر موضع بلیانی کے علماء مولانا عتیق اللہ صاحب مرحوم اور مولانا عبد اللہ صاحب مرحوم وغیرہ سے فارسی کتابیں مع خط و کتابت پڑھیں فارسی نظم میں میں نے زلیخا ختم کیا۔ اور مولانا عتیق اللہ صاحب سے صرف میر شروع کی۔ اور تقریباً تین ماہ میں مزید کبیر سمیت زبانی یاد کیا۔ یہیں بلیانی میں علم صرف کی کتابیں صرف بہائی، زرادی، زنجانی قلیل مدت میں پڑھیں، مراح الارواح شروع کر چکا تھا کہ میرے چچا علم صرف میں زیادہ تکمیل کی بناء پر مجھے بڈانہ گاؤں مضافات ہزارہ میں لے گئے موضع بڈانہ علم صرف کی ایک مکمل درسگاہ تھی اور یہاں ایک کامل صرفی عالم موجود تھے۔ یہاں مراح الارواح ختم کی اور

قانون کھیوالی مشتمل بر سالہ قوانین صرف حفظاً یاد کیا۔ مراح کو بھی حفظاً یاد کیا تھا۔ اور نماز مغرب سے عشاء تک ان کتابوں کا دور پورا کرتا تھا۔ پھر اپنے چچا صاحب موصوف کی معیت میں فصول اکبری بھی یاد کر لی۔

علم صرف سے فارغ ہو کر علم نحو کی کتابیں شروع کیں۔ نظم مأۃ عامل اور شرح مأۃ عامل علاقہ چھچھ میں تھوڑے عرصہ میں یاد کر لیں۔ ہدایۃ النحو نصف تک پہنچا چکا تھا کہ میرے چچا نے مجھے موضع بلیانی میں اپنے سابقہ اساتذہ کے بعد دوبارہ بلا لیا۔ اور خود تحصیل علم کے سلسلہ میں دہلی جا کر وہاں کے مدرسہ نعمانیہ میں داخلہ لیا اس وقت وہاں کے صدر مدرس مولانا پوروال صاحب تھے۔ چچا جان وہاں مقیم ہو گئے تو پھر مجھے بھی بلا لیا۔ اور بلیانی کے اساتذہ نے ایک معتمد شخص کے ساتھ مجھے دہلی بھیج دیا۔ میرے چچا نے طالب العلمی کے ساتھ ساتھ دہلی کی کسی مسجد میں امامت اختیار کر لی تھی۔ کھانا جو آتا تھا ایک ہی شخص کے لئے کافی ہوتا تھا وہ مجھے کھلا دیتے اور خود فاقے کرتے۔

ٹونک میں آمد | بالآخر فاقوں کی شدت سے تنگ آ گئے تو مجھے ساتھ لیکر ٹونک چلے گئے اس وقت ٹونک کی حکومت اور ولایت جناب ابراہیم خان کے ہاتھ میں تھی۔ شہر میں دو دینی مدرسے تھے ایک مدرسہ جس کا نام مدرسہ قافلہ تھا۔ نواب صاحب کے بھائی جرنل عبدالرحیم خان کی نگرانی میں تھا۔ اور جناب مولانا سیف الرحمان صاحب جو علاقہ ہشتنگر چارسدہ کے باشندے تھے۔ اس کے صدر مدرس تھے۔ اور دوسرا مدرسہ خود نواب صاحب چلا رہے تھے جس کا نام مدرسہ خلیلیہ تھا۔ اس کے صدر اور سرپرست حضرت مولانا حکیم برکات احمد صاحب ٹونکی تھے جو حضرت مولانا عبدالحق خیرآبادی کے براہ راست شاگرد تھے۔ یہاں فنون معقولات کے لئے اور اساتذہ مقرر تھے اور مہتمم مدرسہ حضرت مولانا موصوف متقدمین کی کتابیں مثلاً افق المبین، شفاء اور اشارات خود پڑھاتے تھے۔ کبھی کبھار جب حمد اللہ اور قاضی کا درس دینے لگتے تو اطراف و اکناف سے طلبہ بڑی کثرت سے جمع ہو جاتے مگر ہمارا داخلہ مدرسہ قافلہ میں ہوا۔ اور اسکی وجہ یہ ہوئی کہ وہاں کے صدر مدرس مولانا سیف الرحمان صاحب سے وطن سے واپسی میں سفر میں ساتھ ہو گیا۔ اور ان کی معرفت ہم نے مدرسہ قافلہ میں داخلہ لیا۔ میں نے اس مدرسہ میں تین سال گزارے پہلے سال میں کافیہ اور دوسرے سال شرح ملا جامی مولوی کلن صاحب سے پڑھیں۔ جو اس زمانہ میں ایک ممتاز نحوی تھے۔ اور ان دو سالوں میں منطق کے بعض رسائل ایساغوجی شرح تہذیب ملا حسن میبذی وغیرہ بھی پڑھے۔ اس اثناء میں حکیم مولانا برکات احمد صاحب نے اپنے صاحبزادہ کو شرح جامی کا درس دینا شروع کیا یہ درس ان کی ڈیوڑھی میں ہوتا اور اونچے درجہ کے طلبا اس میں تبرکاً بڑی کثرت سے شرکت کرتے تو میں نے بھی حضرت حکیم صاحب کے صاحبزادہ کی معیت میں ان کا شرف تلمذ حاصل کیا اور دوسرے سال کے آخر میں مولانا حیدر حسن صاحب ٹونکی

سے جو مشاہیر علماء میں سے اور مدرسہ قافلہ کے نائب صدر تھے۔ حمد اللہ کا کچھ ابتدائی حصہ پڑھا۔ نیز اس مدرسہ میں مولانا محمد مصطفیٰ صاحب سے حساب اور مولانا حسن رضا صاحب سے سکندر نامہ پڑھا جو فارسی میں نہایت مشہور تھے، جبکہ اول الذکر حساب میں مشاہیر علماء میں سے تھے۔

ابھی ہم ٹونک میں تھے کہ حضرت مولانا سیف الرحمٰن صاحب کو مدرسہ فتح پوری دہلی کے اراکین نے سو روپیہ مشاہرہ پر طلب کیا۔ ٹونک میں آپ کا مشاہرہ چالیس روپیہ تھا۔ مولانا حکیم برکات احمد صاحب چونکہ نواب ٹونک کے خصوصی طبیب تھے۔ اس وجہ سے ان کا مشاہرہ تین سو روپیہ ماہوار تھا۔

حضرت مولانا سیف الرحمان صاحب کے فتح پوری مدرسہ تشریف لے جانے کے بعد تین ماہ کی مدت گذری تھی کہ میرے چچا صاحب بغرض علاج سورت راندیر ایک پشتون حکیم کے پاس گئے۔

مدرسہ فتح پوری دہلی میں | مدرسہ فتح پوری دہلی میں میرا امتحان داخلہ سید ہی کے فصل البطال جندالا تجزی میں مولانا سیف الرحمان صاحب مرحوم نے خود لیا۔ اس موقعہ پر میں نے حضرت مولانا کے مشکل سے مشکل سوالات کا برجستہ جواب دیا۔ تو بعد میں حضرت مولانا صاحب اکثر اپنی مجالس میں ذہانت کے لحاظ سے مجھے برق خاطف کہتے تھے۔ امتحان داخلہ کے بعد مجھے داخل کیا گیا۔ یہ ۱۳۳۰ھ کی بات ہے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ فنون کی اونچی کتابیں پڑھنے کی غرض سے علمی طبقوں کا رجحان مدرسہ عالیہ رامپور کی طرف بہت زیادہ تھا۔

مولانا قطب الدین غورغشتی | ہمارے حضرت مولانا سیف الرحمان صاحب کی تجویز ہوئی کہ فتحپوری میں ایک ایسا جید متمد متبحر عالم لایا جائے، جو طلبہ کا مرجع ہو اور مدرسہ کیطرف رامپور کی طرح طلبہ کا رجحان پیدا ہو سکے۔ اس تجویز کی بناء پر غورغشتی (چھچھ) کے مشہور عالم مولانا قطب الدین صاحب کو ۵۰ روپے ماہوار پر دعوت دی گئی۔ مولانا قطب الدین ایک معزز علمی خاندان اور مہمان نواز گھرانہ کے فرد تھے اور بے حد مقروض ہو گئے تھے۔ اس لئے مجبوراً فتح پوری کی دعوت قبول کی ابھی یہاں حضرت موصوف مرحوم کو ایک سال ہی گذرا تھا کہ مدرسہ کے اطراف واکناف سے یہاں تک کہ رامپور سے بھی طلبہ کھنچنے لگے اور فتح پوری مدرسہ علمی لحاظ سے علوم و فنون کے لحاظ سے سارے ہندوستان کا مرکز بن گیا۔

مولانا قطب الدین کا علمی مقام | مولانا کے تدریس کے دوسرے سال مدرسہ کے اپنے طلبہ کے علاوہ ایک سو چالیس اونچی استعداد کے طلباء رامپور وغیرہ سے یہاں جمع ہو گئے۔ مولانا سیف الرحمان اور مولانا قطب الدین صاحب ہر دو حضرات نے دورۂ حدیث قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب سے پڑھا تھا۔ اور حضرت مولانا سیف الرحمان اس زمانہ میں مشاہیر محدثین میں سے تھے۔ لہٰذا دورۂ حدیث کی کتابیں آپ ہی پڑھاتے تھے، ایک دفعہ حبیب حضرت مولانا صاحب علیل ہو گئے۔ اور بیماری ممتد ہو گئی تو آپ نے دورۂ حدیث

کے طلبہ کو حکم دیا کہ میری بیماری کے دوران دورۂ حدیث شریف کے اسباق مولانا قطب الدین صاحب سے شروع کریں۔ طلبہ نے حضرت مولانا قطب الدین صاحب کی خدمت میں یہ درخواست پیش کر دی کہ مولانا نے اجازت دی ہے۔ تو حضرت مولانا قطب الدین صاحب نے کتابوں میں اسباق کی جگہ معلوم کئے بغیر فرمایا کہ کل انشاء اللہ پڑھاؤں گا۔ کل تشریف لائے۔ جگہ دریافت کی۔ اور فی البدیہہ کامل تحقیق مذاہب اور تفصیل تطبیق احادیث نیز ترجیح مذہب امام ابو حنیفہ میں تقریر کی تو طلباء متحیر ہو گئے کہ ہم تو انہیں ایک فلسفی عالم سمجھے تھے۔ مگر آپ تو احادیث کے بھی سمندر نکلے۔ چند دن آپ سے دورۂ حدیث پڑھنے کے بعد طلباء کی رائے یہ ہوئی کہ آپ حضرت مولانا سیف الرحمٰن سے تحقیقات فرمانے میں بڑھ کر ہیں۔ الغرض داخلہ کے بعد میں تین سال مدرسہ فتح پوری پڑھتا رہا۔ اور اس عرصہ میں حمد اللہ، میر زاہد قطبی، میر زاہد، ملا جلال، قاضی مبارک صدرا، میر کلاں، تصریح، اقلیدس پڑھیں۔ سوائے تصریح کے جو میں نے مولانا عبد المنان صاحب باجوڑی سے پڑھی باقی یہ سب کتابیں مولانا قطب الدین صاحب سے پڑھیں۔

مولانا پوردل صاحب میری اس سہ سالہ مدت طالب العلمی میں ایک مرتبہ مولانا قطب الدین صاحب بعض مجبوریوں کی بنا پر گھر سے نہ آسکے اور مدرسہ سے معذرت کی تو مولانا سیف الرحمان صاحب نے مولانا کی جگہ مدرسہ نعمانیہ دہلی کے صدر مولانا پوردل قندھاری کو ۵۰ روپے ماہوار پر طلب فرمایا، اور انہوں نے بخوشی دعوت قبول کی۔ مدرسہ نعمانیہ میں ان کی تنخواہ چالیس روپے تھی۔ جب مولانا نے یہاں آکر تدریس شروع کی تو دوسرے دن مدرسہ نعمانیہ کے مہتمم معہ اپنے اہل وعیال کی منت سماجت کرنے مولانا کے پاس حاضر ہوئے اور تنخواہ بھی دس روپے بڑھا دی اور انہیں اپنے مدرسہ میں واپس آنے پر مجبور کیا۔ اور مولانا پوردل صاحب ان وجوہات کی بنا پر مدرسہ نعمانیہ ہی میں رہ گئے۔ بعد میں جب کوئی پوچھتا کہ آپ نے کیوں رائے بدل دی تو مولانا کی طبیعت میں ظرافت بھی تھی اور اردو بھی گلابی سی تھی۔ تو فرماتے کہ "پچاس ادھر ہو گیا پچاس اُدھر ہو گیا اور بندہ حیران ہو گیا۔"

مولانا غلام نبی گلاؤٹھی اور مولانا قاضی پوری صاحب ان کے بعد مولانا سیف الرحمان صاحب نے مولانا قطب الدین صاحب کی جگہ پر ان کے ایک تلمیذ خاص مولانا غلام نبی صاحب گلاؤٹھی ضلع بلند شہر کو طلب کیا مولانا غلام نبی صاحب کی تبحر علمی کی وجہ سے مولانا سیف الرحمٰن صاحب انہیں علم کا تھیلا کہتے۔ اتفاق کی بات کہ مولانا غلام نبی صاحب بھی دو ہفتے کے بعد مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے۔ تو مولانا سیف الرحمان صاحب نے اکثر طلبہ کے مشورہ پر علاقہ چھچھ کے موضع قاضی پور سے قاضی پور مولوی صاحب کو دعوت دی جو ایک ممتاز عالم تھے۔ مولوی صاحب فتح پور تشریف لائے۔ مگر چونکہ طلبہ منتہی تھے۔ اور بکثرت اسباق میں شبہات اور

اعتراضات کرتے رہتے اور قاضی پوری مولوی صاحب کے اردو تلفظ میں مادری زبان ہندکو بھی مخلوط ہوتی لہذا ہر طالب العلم کے اعتراض کا مولانا صاحب کی طرف سے میں مسکت جواب دیتا اور مولانا صاحب میرے حق میں بڑی دعائیں دیتے اور مجھ سے بے حد راضی رہے۔ لیکن مولانا موصوف بھی جب بعض وجوہات کی بناء پر ایک ماہ بعد مدرسہ چھوڑ کر چلے گئے تو مولانا سیف الرحمان نے ایک بار پھر سخت اصرار اور التجا کی، مولانا قطب الدین صاحب سے التجاء ظاہر کی۔ مولانا قطب الدین صاحب مجبوراً اسی تمنّا اور التجاء کو پورا کرنے سال کے دوران ہی مدرسہ فتح پوری دوبارہ تشریف لائے اور عہدۂ مدرسی سنبھالا۔

مولانا عبیداللہ سندھی | مدرسہ فتح پوری میں میرا دوسرا یا تیسرا سال تھا کہ مولانا عبیداللہ سندھی صاحب نے مدرسہ کے شمالی دروازہ کے اوپر والی عمارت کرایہ پر لی۔ اور اس عمارت میں رہنے لگے ان کی آنکھوں میں عجیب قسم کی چمک اور شوخی تھی۔ آپ کی نشست اسی عمارت میں ہوتی اور فارغ التحصیل طلباء کو تکمیل کے طور پر حجۃ اللہ البالغہ کا درس دیتے اور ہر طالب العلم کو درجۂ تکمیل میں پچاس روپے ماہوار وظیفہ دیتے۔

خفیہ مشورے اور سفر کابل | جب حضرت مولانا سیف الرحمان صاحب اپنے اسباق سے فارغ ہوجاتے تو وہ اور مولانا سندھی مسجد فتح پوری کے محراب میں خفیہ مشورے کرنے لگتے، کسی کو ان باتوں کی خبر نہ ہوتی، نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ مولانا سیف الرحمٰن صاحب نے انگریزی فوج میں بھرتی ہونے کے بارہ میں فتوٰی مرتب کیا اور اسکی اشاعت ایک معتمد ذمہ دار شخص کے سپرد کردی۔ خود اس فتوٰی کی اشاعت سے تین روز قبل حضرت حاجی صاحب ترنگ زئی مرحوم کے پاس مہمند اور پھر وہاں سے کابل چلے گئے حضرت مولانا عبیداللہ سندھی اس کے چند روز بعد کابل تشریف لے گئے۔ اور مولانا شیخ الہندؒ نے عرب کیطرف ہجرت فرمائی۔ ان دنوں خلافت کمیٹی کے جلسوں کی گرمی مولانا شوکت علی اور مولانا محمد علی کے دم سے تھی۔ اور مولانا آزاد جو امام الہند کے نام سے ملقب تھے، کبھی کبھی کلکتہ سے ان جلسوں میں شرکت کرنے دہلی آتے۔

منڈو میں قیام | تین سال گذرے تھے کہ مولانا قطب الدین صاحب غورغشتیؒ کو منڈو ضلع علی گڑھ میں مولانا ماجد علی صاحب مشہور محدث اور معقولی عالم کی جگہ منصب صدارت پر طلب کیا گیا۔ میں بھی ۱۳۳۳ھ میں مولانا صاحب کے ساتھ منڈو چلا گیا۔ اور مولانا عبدالسلام قندہاری (جو میرے ہمعصر) تھے بھی ساتھ ہی تھے جنہیں معقولات کی اکثر کتابیں ازبر تھیں۔ اور غضب کا حافظہ تھا۔ وہاں میں اور مولانا عبدالسلام قندہاری، اور درجۂ علیا کے دیگر طلبہ نے شرح مطالع از اوّل تا بحث تناقض اور شرح اشارات از اوّل تا نمط تاسع، خیالی اور شرح چغمینی پڑھیں۔

رفاقت اور علمی نوک جھونک | شرح اشارات کے درس کے دوران تقریباً تین ماہ تک میرے اور

مولانا عبدالسلام قندہاری کے درمیان علمی نوک جھونک اور مناظرے جاری رہتے، جب ہمارے مناظرے طول پکڑ گئے اور رفقاء درس طلباء تنگ آ گئے، تو مولانا قطب الدین صاحب سے درخواست کی کہ ہم تو آپ سے پڑھنے آئے ہیں ان دونوں کے مناظرے سننے تو نہیں آئے۔ مولانا صاحب نے فرمایا جاؤ میرے پڑھانے سے ان دونوں کے یہ مناظرے تمہارے لئے زیادہ مفید ہیں۔ اس طرح آپ کو بہت سے علوم مستحضر ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے منڈو میں پٹھان طلبہ آدھے میرے اور آدھے مولانا عبدالسلام کے طلبہ ہوتے۔ چونکہ مولانا عبدالسلام اردو نہیں جانتے تھے، اس لئے ہندوستانی اور بنگالی طلباء بھی میرا ساتھ دیتے۔ دونوں کے طلباء میں اختلاف رہتا۔ میرے طلباء مجھے ترجیح دیتے تھے۔ اور مولانا کے شاگرد انہیں پڑھاتے رہتے۔ اسی باہمی تفاضل کا اختلاف بڑھتے بڑھتے شدت اختیار کر گیا۔ تو مولانا قطب الدین کو اس بارہ میں فیصلہ کرنے کا حکم بنایا کہ ان کے فیصلے پر عمل ہو گا۔

ایک دن دونوں جماعتوں کے نمائندہ افراد نماز عصر کے بعد اس امر کا فیصلہ کرانے مولانا قطب الدین صاحب کے پاس جمع ہو گئے۔ مولانا نے یہ کہہ کر ٹالنا چاہا کہ دونوں ذہین ہیں۔ آپ جائیں اور یہ اختلاف چھوڑ دیں۔ لیکن طلباء نے اس پر اکتفاء نہ کیا اور اصرار بڑھتا گیا کہ ضرور فیصلہ فرما دیں ورنہ اختلاف مزید بڑھ جانے کا خطرہ ہے۔ تو حضرت مولانا نے مجبوراً فرمایا کہ: مولانا عبدالسلام کی معلومات اتنی ہیں کہ اگر کسی ایک مقام پر بحث شروع کر دیں تو ایک دن میں بھی ان کی تحقیقات ختم نہیں ہو سکیں گی۔ اس لئے کہ ان کا حافظہ بہت زیادہ ہے۔ اور اگر مولوی خان بہادر کسی ایک مقام کے توجیہات شروع کر دیں تو کمال ذہانت کی وجہ سے ان کی توجیہات کئی روز تک ختم نہ ہو سکیں گی۔ کیونکہ یہ زیادت ذہانت کی بناء پر مجتہد ہیں۔ خلاصہ یہ کہ مولانا عبدالسلام صاحب حافظ ہیں۔ اور مولانا خان بہادر مجتہد ہیں ــــ الغرض منڈو میں میں نے تین سال گزارے اور ۱۳۳۵ھ میں میں دیوبند چلا گیا۔ (باقی آئندہ)

★ــــ غصہ تھوڑی دیر کی اور غرور ہمیشہ کی دیوانگی ہے۔

★ــــ دلکش کتب سے بہتر اور کوئی سامانِ آرائش نہیں ہوتا۔

★ــــ برداشت عقلمند آدمی کا وہ صبر ہے، جس کا مظاہرہ وہ جاہل کی باتیں سننے کے وقت کرتا ہے۔

★ــــ دلائل کو مضبوط کرنے کی بجائے آواز کو بلند نہیں کرنا چاہیے۔

★ــــ دلائل جتنے کمزور ہوں گے، الفاظ اتنے ہی سخت ہوں گے۔

★ــــ عقلمند دوسروں کی اور بیوقوف اپنی غلطیوں سے سبق سیکھتے ہیں۔